

OPEN ACCESS AL - TABYEEN (Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies) Published by: <i>Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.</i>	ISSN (Print): 2664-1178 ISSN (Online): 2664-1186 <i>Jan-Jun 2023</i> <i>Vol: 7, Issue: 1</i> Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index
--	---

The Shari'ah Principles on prohibited matters in the financial system

مالیاتی نظام میں ممنوع معاملات کے شرعی ضوابط

Saima Muhammad *

Department of Islamic Studies, the University of Lahore, Lahore, Pakistan
<https://orcid.org/0009-0001-7993-5698>

Hafiz Fazal ur Rehman

Department of Islamic Studies, University of Karachi, Karachi, Pakistan
<https://orcid.org/0009-0000-2132-8142>

ABSTRACT

Most of the issues of human life depend on finance. And with the speed of time, financial matters are increasing. Therefore, in this regard, we must be careful to distinguish between halal and haram. Because the inclusion of haram in the financial system affects Individual and community life. The prohibited financial system gives way to selfishness, greed, and other unethical practices as the capitalist are only interested in getting the most out of their money. It is contradictory to Islamic teachings and thus impacts the social systems and ethical standards. It hurts the basics and therefore is not advisable even though it might look beneficial at times. Only Islamic law provides basic Shariah principles in the financial system through which it is easy to distinguish between halal and haram. In this article "The Shari'ah Principles of Prohibition in the Financial System "are discussed So that the basic principles presented by Islam prove to be helpful in every stage of life.

Keywords: finance, Shari'ah, Prohibition, Financial System, contradictory.

*Corresponding Author: **Saima Muhammad** (saima@ais.uol.edu.pk)

Received: 15 March 2023; Accepted: 19 May 2023; Published online: 22 June 2023

جدید ترقی یافتہ دور میں مالیاتی نظام نے اقتصادی ترقی کا روپ دھار لیا ہے۔ فی زمانہ مالیاتی افزائش اور معاشی ترقی کی تگ و دو انسانی زندگی کا اہم مقصد ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مالیات کا انسانی زندگی سے بہت گہرا ربط ہے۔ انسانی زندگی کے بیشتر معاملات کا انحصار مالیات سے متعلق ہے۔ اور وقت کی رفتار کے ساتھ مالیاتی معاملات میں اضافہ یقینی طور پر ہو رہا ہے۔ لہذا اس ضمن میں یہ احتیاط بہت ضروری ہے کہ حلال و حرام مالی معاملات میں تمیز کی جائے۔ کیونکہ مالی معاملات میں حرام کی شمولیت انفرادی و اجتماعی زندگی کو مؤثر کرتی ہے۔ بظاہر افزائش پانے والا مال درحقیقت تباہی کا موجب ہوتا ہے یہی وجہ ہے اسلام ضابطہ حیات ہونے کے سبب مالیاتی معاملات میں بنیادی شرعی اصول فراہم کرتا ہے جن کے ذریعے سے حلال اور حرام میں تمیز کرنا آسان ہے۔ زیر نظر مضمون میں "مالیاتی نظام میں حرمت کے شرعی اصول" بیان کئے گئے ہیں تاکہ اقتصادی ترقی کی دوڑ میں اسلام کے پیش کردہ بنیادی اصول ہر مرحلہ میں معاون آگے کارثابت ہوں۔ دنیا کی تاریخ اور کتب مقدسہ شاہد ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی دور میں بھی معیشت میں ایسے قوانین کو قطعاً کوئی راہ نہیں دی جس سے اقتصادی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی و تمدنی خرابیاں رونما ہوتی ہوں جو کہ زمین پر فساد کا موجب ہو۔

مالیات میں حرمت کے شرعی اصول

شریعت اسلامیہ کا یہ اصول ہے کہ وہ قواعد و ضوابط متعین کرتی ہے تاکہ مسائل کی تفہیم میں آسانی رہے۔ معاملات کے متعلق یہ اصول خاص ہے کہ "معاملات میں اصل حلت اور اباحت ہے جب تک کہ حرمت کی دلیل موجود نہ ہو" چہ جائیکہ وہ دلیل قطعی نصوص شرعیہ سے ثابت ہو یا نصوص شرعیہ کی اصل اس مسئلہ کی قیاساً حرمت ثابت کرتی ہو۔ جیسا کہ "محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ التویجری" فرماتے ہیں کہ:

"مدار المعاملات المحرمة على ثلاثة أشياء هي: الربا .. والظلم .. والغرر. فكل معاملة اشتملت على واحد من هذه الثلاثة فالشرع قد حرمها، وما عدا ذلك فهو حلال: لأن الأصل في المعاملات الحل والإباحة"¹

¹ - محمد بن ابراہیم التویجری، مختصر الفقہ الإسلامی فی ضوء القرآن والسنة (السعودية: دار أصداء المجتمع، ۱۴۳۱ھ) -- (۲۰۱۰)، ۱:۷۲۵،

”مالیاتی معاملات میں حرمت کا انحصار ان تین امور میں سے کسی بھی ایک کے پائے جانے پر ہے۔ وہ تین امور یہ ہیں۔ (۱) ظلم (۲) ربا (۳) غرر، پس جو بھی معاملہ ان تین امور میں سے کسی بھی ایک امر پر مشتمل ہوگا تو شریعت اس معاملے کے متعلق حرمت ثابت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام معاملات حلال و جائز ہیں کیونکہ معاملات میں اصل حلت و اباحت ہے۔“

یعنی کہ معاملات میں اصل حلال و مباح ہے۔ اور جو چیز حرام ہے اس کا الگ سے اصول بیان کر دیا گیا ہے۔ لہذا جس مالی معاملہ کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے وہ معاملہ حرام قرار پائے گا اور جس کی حرمت شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے وہ معاملہ جائز ہوگا۔ وہ تین امور جنہیں شریعت اسلامیہ مالیاتی معاملات میں حرمت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

1- ظلم

2- ربا

3- غرر

یعنی کہ کسی بھی مالی معاملے میں حق تلفی (ظلم)، دھوکہ (غرر) اور سود (یعنی ربا) میں سے اگر کوئی ایک امر موجود ہے تو وہ اس مالی معاملہ کو حرام کرنے ہی کا سبب ہے۔ کیونکہ اسلام کے بنیادی ارکان و فرائض کے بعد حلال کا حصول فرض ہے۔ اور حرام سے بچنے کے لئے شبہات سے دور رہنے کی احتیاطی تدابیر دی گئی ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے زمانے کی پیش گوئی کی ہے کہ جس میں حلال و حرام ذرائع آمدن کی کوئی فکر نہ ہوگی۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْخَلَالَ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ»¹

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی کو اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ اس نے حلال ذرائع سے حاصل کیا ہے یا حرام سے:

اسی فکری زاویہ کو اجاگر کرنے کی غرض سے ان تینوں امور کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

¹ - محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح (بيروت: دار طوق النجاة ، 1422هـ)، 3: 55، رقم الحديث: 2059
Muhammad bin Ismaeel, Sahih Al-Bukhari, (Dar Touq Al-Najat, Edition: First, 1422 AH), 3 : 55,
Hadith No.: 2059

(1) مالیاتی ظلم

ظلم کی قباحت و شاعت شدید ہونے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی۔ ظلم عبادات و معاملات کی ہر نوع میں ممکن ہے۔ لیکن موضوع کے پیش نظر صرف مالیاتی ظلم کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

لغت میں ”ظلم“ کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے موضوع مقام سے غیر موضوع مقام پر رکھنا۔ جیسا کہ قاموس الفقہی میں ہے کہ:

" الظلم: وضع الشئ في غير موضعه المختص به، إما بنقصان أو زيادة وإما بعدول عن وقته ومكانه--- الظالم: اسم فاعل.- عند الشافعية: المستولي على المال عدوانا." ¹

ظلم کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر نہ رکھنا جس کے لئے اسے مختص کیا گیا ہے، خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اس کے صحیح وقت اور مناسب جگہ سے ہٹا کر غیر متوازن کیا جائے۔ ظالم اسم فاعل ہے۔ شوائع کے نزدیک ظالم وہ ہوتا ہے جو مال پر زیادتی کرتے ہوئے قابض ہوتا ہے۔ واضح یہ ہوا کہ اصل حقدار کے حق میں یا مال میں کمی و زیادتی، حد سے تجاوز کرنا یا صحیح وقت اور جگہ کو غیر مناسب وقت اور جگہ میں منتقل کرنا، موضوع کو غیر موضوع میں بدلنا، متوازن کو غیر متوازن کرنا ظلم ہے۔ اور ان تمام کا تعلق اگر مالیاتی معاملات سے ہے تو یہ مالیاتی ظلم ہے۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔ قرآن نے جن صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

ربا (سوہ): ربا کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے، اس کی حرمت کا سبب ہی ظلم ہے۔ اگرچہ ربا بذاتہ مالیاتی معاملات میں حرمت کا اصل سبب بھی ہے لیکن ربا ظلم کے تحت بھی حرام ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ربا سے باز آ جانے کی صورت میں فرمایا کہ:

1 - أبو حبيب سعدي ، الدكتور ، القاموس الفقهي لغة واصطلاحاً (دمشق: دار الفكر ،

1408 هـ ، 1988) ، 238

Saadi, Dr. Abu Habib, Alaqamoos ul Fiqhee, Lughtan w Istlahan (Damashq: Dar Al-Fikr. 1408 AH =

1988 AD), 238

﴿لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾¹

(سود سے توبہ کر لینے کی صورت میں) نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

اپنی منشا سے تصرف: انسان مالیات یا تحصیل دولت اور صرف دولت دونوں کو ہر قسم کی اخلاقی و مذہبی پابندیوں سے آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ کمانا چاہیے خواہ کسی ذریعہ سے بھی ہو، اڑانا چاہیے خواہ خرچ کی جو راہیں بھی ہوں۔ اسی بنا پر مالیات کے مسئلے میں ہر قسم کی بے قیدیوں کا دیدہ دلیری سے ارتکاب کرتا ہے بس صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کو حرفِ آخر سمجھتا ہے، جو کہ مالیاتی معاملات میں ظلم ہے اس مکتبِ خیال کا تذکرہ قرآن نے حضرت شعیبؑ کی قوم کے ذکر میں کیا ہے۔ جب حضرت شعیبؑ نے ان پر معاشی پابندیوں کو عائد کرنا چاہا، تو ان کو جواب میں یہ کہا گیا کہ:

﴿قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾²

”انہوں نے کہا شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں۔ تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو“

یعنی کہ قوم شعیب کے معاشی ماہرین کا طنز میں تبصرہ یہ تھا کہ ہمیں اپنے مال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہونا چاہیے۔ تمہاری عبادت کا دخل ہماری منشا کے مطابق مالی معاملات میں نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا اگر خود شرک نہیں کرتے، مال میں من چاہا تصرف نہیں کرتے تو اپنی تبلیغ کو ہم پر لاگو نہ کریں بالخصوص عقائد اور معاشی زندگی میں۔ ہو بہو آج کے بھی آزاد مکتبِ خیال ہر طرح کی سلاسلِ پابند سے دور ہو کر مال کی کمائی اور تصرف کو خالصتاً اپنا حق سمجھتے ہیں۔ انسان اپنی خواہشات کو جتنا بڑھالے، اور انفاق میں من چاہا خرچ کرے تو اس کی یہ آزادی صرف اس دنیا تک ہے بروز قیامت اللہ رب العزت اس کا حساب لیں گے کہ مال کمانے کے ذرائع کیا

¹ - البقرة: 279.

Al Baqara:279

² - هود: 87

Hood:87

تھے اور مال خرچ کرنے کے مصارف کیا تھے؟ درج ذیل حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ) کی جگہ سے ہٹ سکیں گے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہیں ہو جائے گا اور ان کا معقول جواب نہیں مل جائے گا (۱) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی؟ (۲) اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی؟ (۳) مال کہاں سے کمایا؟ (۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (۵) اپنے علم میں کیا عمل کیا؟“^۱

بخل: مال سے محبت اور لگاؤ بہت زیادہ ہونے کی بنا پر خرچ کرنے کی عادت کم سے کم ہوتی ہے اور مال کو جمع کرنے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے زکوٰۃ اور دوسرے شرعی انفاق بخل کی وجہ سے نہیں ہو پاتے اور دولت کی گردش رک جاتی ہے جو کہ ظلم ہے۔ قرآن نے واضح کیا ہے کہ قیامت کے دن یہ بخل والا مال گردن کا طوق ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لِلَّهِ مِيرَاتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾^۲

”جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں۔ (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لئے برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ اور آسمانوں اور زمین کا وارث خدا ہی ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو معلوم ہے۔“

مہنگائی: قیمتوں کے تعین کے لئے عربی میں "تسعیر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تسعیر قدرتی بھی ہو سکتی ہے اور

¹ - أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ، السنن (بیروت: دار إحياء التراث العربي، سن ن) ، باب فی القيامة، رقم الحدیث: ۲۴۱۷

Abu Issa, Al-Tirmidhi, Muhammad bin Issa, "Al-Jami Al-Sahih Sunan Al-Tirmidhi (Beirut: Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi), 4: 612, H: 2417

² - آل عمران : 180
Aal Imran:180

تسعیر مصنوعی بھی، تسعیر قدرتی یہ ہے کہ گرانہ قدرتی اسباب کی وجہ سے ہو جس میں پیداوار کی کمی یا کسی آفت و قحط کا نازل ہونا سبب بنتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں حاکم وقت کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اشیا کی قیمتیں وہی رہنے دیں جو کہ مارکیٹ ریٹ کا تقاضا ہے تاکہ تاجروں پر ظلم نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

"عَنْ أَنَسٍ قَالَ: غَلَا السَّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعِّرْنَا، فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الرَّزَّاقُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى رَبِّي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ."¹

"انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غلہ وغیرہ کی قیمتیں بڑھ گئیں (یعنی مہنگائی ہو گئی)، تو لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجیئے، آپ نے فرمایا: "نرخ مقرر کرنے والا تو اللہ ہی ہے، وہی روزی تنگ و فراخ کرنے والا اور بہت روزی رزق دینے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے میں اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے جانی و مالی ظلم کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔"

تو حدیث کے مطابق صحابہ کی شکایت کے باوجود آپ نے گرانہ (تسعیر) کے حوالے سے تاجروں کو کم قیمت کا پابند نہیں کیا کیونکہ مقررہ قیمتوں کی وصولی تاجروں کا حق تھا اور آپ ﷺ تاجروں پر ظلم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ "موطا امام مالک" میں ہے کہ:

"أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيْبًا لَهُ بِالسُّوقِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: «إِنَّمَا أَنْ تَزِيدَ فِي السَّعْرِ، وَإِنَّمَا أَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا»²

"عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس سے گزرے اور وہ بازار میں خشک انگور (منقہ) بیچ رہے تھے تو عمر بن خطاب نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، یا تو نرخ بڑھا دو یا پھر ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ"

¹ - الترمذی، السنن (بیروت: دار الغرب الإسلامي، 1998)، 2: 596، رقم الحدیث: 1314
Abu Issa, Muhammad bin Issa Al-Tirmidhi, Aljame ul kabeer- Sunan Al-Tirmidhi(Beirut :Dar Al-Gharb Al-Islami, 1998), 2: 596, H.: 1314

² - مالک بن انس، الموطأ (بیروت: دار إحياء التراث العربي، 1406 هـ)، 2: 651، رقم الحدیث: 57
Malik bin Anas bin Malik bin Amer, Muwatta Imam Malik(Beirut: Dar Ahya uturas 1406), 2: 651

یعنی کہ یہ بات مارکیٹ میں دوسرے تاجروں کے لئے تکلیف کا باعث تھی کہ ایک تاجر کم قیمت لگا کر اپنا سارا مال جلد بیچ دے اور دوسرے تاجر اصل قیمت کی ادائیگی کی وصولی کی وجہ سے محروم رہیں۔ لہذا تاجروں کا ریٹ ایک ہی طرح کا مقرر کردہ نرخ کے مطابق ہونا چاہیے۔ دوسری صورت تسعیر کی یہ ہے کہ گرانی کی وجوہات قدرتی اسباب نہ ہو بلکہ تاجروں کی جانب سے نفع اندوزی کی وجہ سے خود ساختہ مہنگائی ہو تو اس صورت میں حاکم وقت مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے تاجروں کو مناسب قیمت کا پابند ٹھہرائے گا تاکہ غریب عوام پر ظلم نہ ہو۔

ذخیرہ اندوزی (احتکار): غلہ، اجناس، جانوروں کا چارہ اور ایندھن وغیرہ کا ذخیرہ کرنا اس نیت سے کہ اشیاء کی قیمتوں میں جب اضافہ ہوگا تو فروخت کرینگے تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو۔ یہ مالیاتی نظام میں ظلم کی واضح صورت ہے کیونکہ اس سے بروقت ضرورت کی چیز سے معاشرے کو محروم رکھا جاتا ہے اور پھر زیادہ دام میں بیچنے میں بھی ظلم ہے کیونکہ اس مال کے مارکیٹ ریٹ مناسب تھے جب اسے حاصل کیا گیا تھا اور اب عمل احتکار کے ذریعے اسے مہنگا بیچا جا رہا ہے تو گویا احتکار گرانی کا بھی سبب بنتا ہے۔ بعض فقہاء کا یہ موقف بھی ہے کہ احتکار کرنے والے کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

"ان المحتکر یجبر علی بیع ماعنده"¹

”جو کچھ بھی اس نے احتکار کیا ہے اس پر جبر کیا جائے کہ وہ بیچے“

میسر (جوا): عربی لغت میں جوا کے لئے لفظ ”میسر“ استعمال ہوتا ہے۔ میسر سے مراد قمار ہے، قمار میں مال ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بلا استحقاق چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ تجارت یا گردش دولت نہیں ہے۔ بلکہ ناحق مال کی منتقلی ہے جو کہ مالیاتی نظام میں ظلم کی صورت ہے، قرآن نے صریحاً اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ

¹ - محمد سليمان الاشقر ، بحوث فقهية في قضايا اقتصادية معاصرة. (اردن: دار النفائس ، 1998) ، 2: 489
Muhammad Suleiman Al-Ashqar, Buhos faqee fi qadaya iqtisadyah muasirah (urdan: Dar Al-Nafa'is, 1998), 2:489

بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصِدَّكُمْ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ¹

”اے ایمان والو! شراب اور جو اور بت اور پاسبے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سوان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے“

چوری: جس معاشرے میں چوری انفرادی و اجتماعی یا عوامی و حکومتی سطح پر عام ہو جائے اس ملک کا مالیاتی نظام بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ چور محنت سے جی چراتا ہے اور دوسرے کی محنت کی کمائی کو ناحق حاصل کرتا ہے، جو کہ ظلم ہے چوری سے حاصل ہونے والا مال اللہ تعالیٰ نے ناجائز قرار دیا ہے اور چور (سارق) کے لئے قطعید کی سزا بھی مقرر کی ہے، تاکہ معاشرے میں چوری عام نہ ہو۔

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾²

”اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست (اور) صاحب حکمت ہے۔“

تجارتی بددیانتی: گزشتہ اقوام کی بربادی کے اسباب میں سے ایک سبب ”ناپ تول میں کمی“ بھی ہے، کیونکہ کم تولنا، کم ناپنا، کم پیمائش کرنا اور ایسے ترازو اور پیمانے کا استعمال جو درست نہ ہو۔ باٹ لینے کے اور دینے کے اور ہوں۔ صریحاً مالیاتی نظام میں ظلم ہے۔ کیونکہ ناپ تول میں کمی سے معاشی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور حق دار کی طرف اس کی ملکیت پوری طرح سے نہیں پہنچتی۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

﴿قَاؤُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي

¹ - سورة المائدة: 90-91

Al Maidah:90-91

² - سورة المائدة: 38

Al Maedah:38

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ¹

”تو تم ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔ اگر تم صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔“

یتیم کے مال کا ناحق استعمال: یتیم کے مال کا ناحق استعمال بھی ظلم ہے کیونکہ یتیموں کا مال ان کا معاشی سہارا ہوتا

ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سزا بیان فرمائی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا²﴾

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور عنقریب وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔“

گداگری: گداگری بھی معاشی نظام میں ظلم کی صورت ہے کیونکہ اس سے اخلاقیات ناپید ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کا ایک صحت مند طبقہ بیکار ہو جاتا ہے جو کہ اگر محنت اور کام کاج کرے تو ملک کو بھی فائدہ ہو گا اور خود اس کو بھی معاشی فوائد حاصل ہو سکتیں۔ اور اس طرح بد حالی کے بجائے خوشحالی پروان چڑھے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ يَخْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُرْمَةً عَلَىٰ ظَهْرِهِ،
خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ»³

”تم میں اگر کوئی لکڑی کا گٹھ (جنگل سے کاٹ کر) اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (یعنی محنت کر کے اسے بیچے، مال کمائے) وہ اس سے بہتر ہے کہ ہر ایک سے سوال کرے یا تو وہ دیا جائے یا روک دیا جائے“

رشوت: رشوت کرنسی کی شکل میں ہو یا پھر ترقی یافتہ دور کی کوئی نئی شکل ہو۔ اپنے ناجائز مطالبات پورے

¹ -سورة الاعراف: 85

Al Araf:85

² -سورة النساء: 10

Al Nisa:10

³ - البخاري، الجامع الصحيح رقم الحديث: 2374

کرنے کے لئے رشوت کا استعمال معاشرے میں ظلم کو جنم دیتا ہے۔ کیونکہ جائز مصارف کے بجائے مال ناحق طریقے سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق رشوت کے عمل میں ملوث دونوں ملعون ہیں۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعنة الله على الراشي والمرتشي"¹

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے"

یعنی کہ رشوت لینے، دینے والے دونوں ملعون ہیں کیونکہ مال کو ناحق ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مالیاتی نظام میں حقدار کو اس کے اصل حق سے محروم کرنا مالیاتی نظام میں ظلم ہے اور ظلم کی بنا پر وہ امور ممنوع ہیں جن میں حق تلفی کی آمیزش ہے۔ گویا کہ درج بالا کے علاوہ بھی وہ تمام امور مالیات حرام قرار پائیں گے جن میں ظلم کا عنصر شامل ہے۔

(2) مالیاتی نظام میں غرر

غرر کو مالیاتی معاملات میں جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے اصل حیثیت حاصل ہے کیونکہ غرر مالیاتی نظام کا اہم باب ہے، غرر کا لفظ دھوکہ، فریب، خطرات میں ڈالنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔

"الْغَرَرُ: اسْمٌ مَّصْدَرٍ مِنَ التَّغْرِيرِ، وَهُوَ الْخَطَرُ وَالْجِدَاعُ وَالتَّعْرِيفُ لِلْهَلَاكِ"²

"لغت میں غرر "تغزیر" سے اسم مصدر ہے، اور تغزیر خطرہ، نقصان، فریب اور بربادی کے لئے پیش کرنے کو کہتے ہیں"

جس مالیاتی نظام میں غرر ہو یعنی وہ معاملہ ایسا ہو کہ اس کا نتیجہ دوسرے فریق کے لئے بالکل واضح نہ ہو اور اس مالیاتی معاملہ کی وجہ سے دوسرے فریق کے لئے نقصانات اور خطرات میں واقع ہونے کے امکانات ہو۔ وہ حرام

¹ - محمد بن یزید ابن ماجہ القزوی، السنن (بیروت: دار إحياء الكتب العربية، س. ن.)، رقم الحدیث: 2313

Muhammad bin Yazid Ibn Majah, Sunan Ibn Majah (Dar Ahaya I kutb), 2: 775, H.: 2313

² <https://islamic-content.com/dictionary/word/7256>

ہے خواہ یہ مالیاتی معاملات اراضی کی خرید و فروخت سے متعلق ہوں یا بینکاری سے، یا سیٹ ورک کے ذریعے سے خرید و فروخت کے معاملات ہوں یا معمول کے مطابق مالیاتی لین دین کے معاملات ہوں۔

کیونکہ مالیاتی نظام میں غرر کی بنا پر کئی مفاسدات جنم لیتے ہیں۔ ناواقفیت (مجھولیت) اور دھوکہ کی بنا پر طے شدہ مالی معاملات میں ایسی شرائط پائی جاتی ہیں جو کہ فریق کو نقصان کی جانب لے جاتے ہیں جس کی وجہ سے طرفین میں بدگمانی اور جھگڑے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ لہذا عصر حاضر میں مالیاتی معاملات کی کوئی بھی قسم ایسی ہو جن میں غرر کی کوئی نہ کوئی صورت پائی جاتی ہے وہ ممنوع ہے۔

شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسی صورتیں ذکر کی ہیں جو کہ غرر کی بنا پر ممنوع ہیں عصر حاضر کے مالی معاملات کو ان کی روشنی میں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں کس نوعیت کا غرر ہے جو اسکی حرمت کا سبب ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

﴿وَأَنبَأَ حَرَمَتِ الْمَخَابِرَةِ وَهِيَ: الْمَزَارَعَةُ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ،
وَالْمَزَابِنَةُ وَهِيَ: اشْتِرَاءُ الرُّطْبِ فِي رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالتَّيْبِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ،
وَالْمَحَاقِلَةُ وَهِيَ: اشْتِرَاءُ الْحَبِّ فِي سُنْبُلِهِ فِي الْحَقْلِ بِالْحَبِّ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ
إِنَّمَا حُرِّمَتْ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ وَمَا شَاكَلَهَا¹﴾

”اور بے شک حرام کر دیا گیا ہے مخابرہ کو یعنی کہ کھیت کی پیداوار میں سے اپنے لئے کچھ خاص کر لینا (جیسے کسی درخت یا زمین کے بعض حصہ کو خاص کر لینا وغیرہ) اور مزابنہ کو یعنی کہ درخت میں لگی ہوئی کھجور کو زمین پر اتری ہوئی کھجور سے بچنا اور محاقلہ کو یعنی کہ کھیت میں لگے ہوئے کچے اناج کو پکے ہوئے اناج کے عوض خریدنا۔ یہ تمام اشیاء حرام کر دی گئی ہیں اور جو اس سے مماثل ہوں“

یعنی ان تمام اقسام کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ ان اقسام میں عوض مجہول اور غیر متعین مقدار میں ہے جس

¹ - إسماعيل بن عمر بن كثير ، تفسير القرآن العظيم، (بيروت: دار طيبة للنشر والتوزيع، ١٤٢٠ هـ) ، ١: ٧١٠
Ismail Ibn Omar, Interpretation of the Great Qur'an, Publisher (Dar Taibah for Publishing and Distribution,
Edition: Second 1420 AH), 1: 710

سے شائبہ غرر اور ربایا جارہا ہے۔ غرر کی ممانعت پر حدیث پاک کے واضح الفاظ ہیں۔

«نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْخَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ»¹

"کہ آپ ﷺ نے کنکری کی بیع سے منع فرمایا اور غرر کی بیع سے "

غرر کی مزید بھی صورتیں ہیں جیسا کہ شہری تاجروں کا دیہاتی تاجروں کا مال لے کر مہنگے داموں فروخت کرنے کی غرض سے روک رکھنا، اس میں بھی کئی قباحتیں شامل ہیں۔ مثلاً دیہاتی سے اصل دام سے بہت کم پر خریدنا، اور عام صارفین کو مہنگا کر کے فروخت کرنا، کیونکہ اگر مال مارکیٹ تک پہنچتا تو عام صارفین کو مناسب دام ملتے اور دیہاتی تاجر کو بھی منافع حاصل ہوتا۔ اسی ضمن میں امام مسلم نے "باب تحریم تلقی الجلب" کے تحت فرمایا کہ:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُتَلَقَّى السِّلْعُ حَتَّى تَبْلُغَ الْأَسْوَاقَ»²

"رسول اللہ ﷺ نے منع کیا آگے جا کر اسباب تجارت سے ملنے کا یہاں تک کہ وہ بازار میں

آئیں "

گویا کہ راستے میں مال تجارت کو حاصل کرنا اور اسے مارکیٹ تک نہ پہنچنے دینا غرر کی صورت ہے۔ یعنی کہ اصل تاجر کو مارکیٹ ریٹ سے ناواقف رکھنے کی کوشش بھی ظلم ہے اور ایسی تمام صورتوں کو شریعت مطہرہ حرام قرار دیتی ہے، جن میں غرر ہے جیسا کہ پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے بیچنا، جو چیز ملکیت میں نہیں ہے اس کو بیچنا، بیچی جانے والی چیز کا عیب چھپا کر بیچنا، بیچنے اور خریدنے والے کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا، قبضہ حاصل کرنے سے پہلے بیچنا، یا بیچنے سے پہلے کئی دن جانوروں کا دودھ نہ دوہنا تاکہ زیادہ رہے۔ نمائشی خریدار بن کر زیادہ قیمت لگانا تاکہ اصل خریدار زیادہ قیمت ادا کرے۔ قطعی طور پر ممنوع ہے۔ اور عصر حاضر میں جو جدید مالیاتی نظام کی قسم اس سے ہم آہنگ ہوگی جو غرر یا شائبہ غرر کی وجہ سے ممنوع ہیں تو وہ امر بھی حرام قرار پائے گا۔

¹ - مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المختصر (بيروت: دار إحياء التراث العربي ، س ن) ، بيروت ، بَابُ بَطْلَانِ بَيْعِ الْخَصَاةِ ، وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ ، رقم الحديث : 1513

Muslim bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim(Beirut: Dar Ahya uturas Arbe), 3: 1153, H: 1513,

² - مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح ، بَابُ بَطْلَانِ بَيْعِ الْخَصَاةِ ، وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ ، رقم الحديث : 1517
Muslim bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim, 3, : 1156, H: 1517

(3) مالیاتی نظام میں ربا

اردو زبان میں جس چیز کو ”سود“ کہا جاتا ہے عربی میں اسکو ”ربا“ کہتے ہیں۔ عربی لغت میں ربا کے معنی زائد، زیادتی، نمو، اور افزائش کے ہیں۔ جس کی تائید: الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) سے بھی ہوتی ہے۔
”الربا فی اللغة: الزيادة مطلقاً“¹۔ لغت میں مطلقاً زیادتی کو ”ربا“ کہا جاتا ہے۔

ربا کے لغوی معنی کے تناظر میں دیکھا جائے تو ربا جسے ”سود“ بھی کہتے ہیں اس سے مقصود یہی ہے کہ مال کا زیادہ ہو جانا اور اسکا اصل سے بڑھ جانا، چنانچہ اس معنی کی تصریح بھی خود قرآن پاک میں کر دی گئی ہے۔ جہاں ربا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبَا يَزِيدُ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَزِيدُ عِنْدَ اللَّهِ﴾²

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو خدا کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی"

دوسری آیت بھی اسی معنی کی صراحت کرتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾³

"مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو"

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ربا زیادتی، اضافہ کا نام ہے اور اصل رقم پر جو زیادتی ہوگی وہ ربا کہلائے گی۔ چونکہ ربا دوسری قبیح عادات کی طرح معروف تھا اس لئے قرآن میں اس کی جامع مانع تعریف ذکر نہیں کی گئی۔ حرمت زنا و قمار وغیرہ کی طرح اسے بھی قبیح و شنیع ہونے کی وجہ سے حرام کیا گیا کیونکہ ”ربا“ ایک خاص قسم

¹ - محمد بن احمد الانصاری القرطبي، الجامع لاحکام القرآن (الرياض: دار عالم الکتب، ۲۰۰۳)، ۳: ۳۴۸،
 Muhammad bin Ahmad Al-Qurtubi, Al Jame le Ahakam ul Qur'an (Saudi Arabia :Dar Alam Al-Kutub,
 , 1423), 3: 348

² - سورة الروم: ۳۹;

Al room:39

³ - سورة البقرة: ۲۷۸;

Al Baqarah:278

کی زیادتی کا نام تھا جس سے اہل عرب خوب متعارف تھے اسلئے قرآن مجید میں اسکی کوئی تشریح نہیں کی گئی اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اللہ نے اسکو حرام کیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اور وہ خاص زیادتی قرض کے معاملے میں مشروط اضافہ تھا، جسے ”ربا“ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔

ربا کا اصطلاحی مفہوم: ربا کی اصطلاحی تعریف کا اطلاق قرض پر بھی ہوتا ہے اور خرید و فروخت پر بھی، قرض کی صورت میں ربا اس زیادتی کو کہا جاتا ہے جو واپس ادائیگی میں مشروط اضافہ کے ساتھ مقید ہوتی ہے جیسا کہ امام ابو بکر الجصاص اپنی مشہور کتاب ”احکام القرآن“ میں ربا کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:-

”والربا الذی کانت العرب تعرفه وتفعله انما کان قرض الدراهم والدينانیر الی

اجل بزيادة علی مقدار ما استقرض علی ما يتراضون به“¹

”اور وہ ربا جو اہل عرب کے درمیان معروف اور مستعمل تھا اس کی صورت یہ تھی وہ درہم {چاندی کے سکے} یا دینار {سونے کے سکے} کی شکل میں مخصوص مدت کے لئے اپنے اصل سرمایہ پر متعین اضافے کی شرط کے ساتھ قرض دیا کرتے تھے۔ اور یہ اضافہ باہم رضامندی سے طے کیا جاتا تھا“

تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ عرب میں مروج ”ربا“ قرض کی واپس ادائیگی میں مقرر وقت اور مشروط اضافہ کے ساتھ مقید ہوتا اور یہ معاملہ باہم رضامندی سے طے پاتا۔ اور خرید و فروخت میں بھی ربا پایا جاتا تھا۔ جس کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ:

”اتفق العلماء علی ان الربا یو جد فی شیئین: فی البیع، و فیما تقرر فی الذمة من بیع وسلف او غیر ذالک“ فاما الربا فیما تقرر فی الذمة فهو صنفان: صنف متفق علیہ، وهو ربا الجاہلیة الذی نہی عنہ، وذلك انهم كانوا یسلفون بالزیادة وینظرون، فکانوا یقولون: انظرنی ازک، وهذا هو الذی عناه علیہ الصلاة والسلام بقوله فی حجة الوداع ”الا وان ربا الجاہلیة موضوع واول ربا اضعه ربا العباس بن عبد المطلب، والثانی ضع وتعجل واما الربا فی البیع فان العلماء

¹ - أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص، أحكام القرآن (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ١٤٠٥ هـ)، ٢: ١٨٤
Ahmed bin Ali Abu Bakr Al-Razi Al-Jassas Al-Hanafi, Ahkam Al-Qur'an, (Beirut: 1405), 2. 184

اجمعواعلیٰ انہ صنفان نسیئہ وتفاضل¹

”علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ربا و چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ ۱۔ بیع میں، ۲۔ بیع اور ادھار یعنی قرض وغیرہ کے معاملات میں۔ اس قسم میں ربا و طرح کا ہے پہلی نوعیت وہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور وہ ہے ربا الجاہلیہ، جس کی (قرآن) میں ممانعت بھی کی گئی ہے، اس میں یہ ہوتا تھا کہ قرض اضافہ کی شرط کے ساتھ دیتے اور وہ مہلت بھی دیتے، گویا کہ یوں معاملہ طے ہوتا تھا کہ وہ خود کہتے مجھے قرض کی ادائیگی کے لئے مزید مہلت دیجئے میں آپ کو زیادہ ادائیگی کرونگا، اور یہی وہ قسم ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ خبردار! ربا الجاہلیہ ساقط کر دیا گیا ہے اور پہلا ربا (سود) جو میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سودی معاملہ ہے۔ اور دوسری قسم، ”ضع وتعجل“ کی ہے اور جو سود بیع (خرید و فروخت) میں پایا جاتا ہے علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا اطلاق ادھار اور ہم جنس اشیاء کے (اضافہ کے ساتھ) تبادلہ میں ہوتا ہے“

قرض کے معاملے میں سود کو ربا الدیون، ربا الجاہلیہ، ربا النسیئہ، ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ اور جو سود بیع (خرید و فروخت) میں پایا جاتا ہے علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا اطلاق دو طرح کی اقسام پر ہے نسیئہ، یعنی ادھار پر، اور دوسرا تفاضل پر یعنی ہم جنس اشیاء کے (اضافہ کے ساتھ) تبادلہ۔ ہم جنس اشیاء کے تبادلہ میں سود (ربا) اس وقت پایا جاتا ہے جب طرفین میں سے ایک طرف سے اضافہ ہو اور دوسری جانب سے اس کا عوض کچھ نہ ہو۔ جیسا کہ فقہاء کی اصطلاح میں ربا کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

”أما في اصطلاح الفقهاء: فهو زيادة أحد البدلين المتجانسين من غير أن يقابل هذه الزيادة عوض.“²

”دو ہم جنس اشیاء کا تبادلہ کرتے وقت ایک جانب سے اضافہ اس طرح ہو کہ اس زیادتی کے مقابل

¹ -- محمد بن احمد بن محمد ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، (لاہور: فاران اکیڈمی، س ن)، ۲: ۹۶۔
Muhammad bin Ahmad bin Rushd al-Qurtubi al-Andalsi, Badayat al-Mujthad and Nahayat (Lahore: al-Muqtasad, Faran Academy), 2, 96.

² . -عبد الرحمن بن محمد الجزيري، الفقه على المذاهب الأربعة (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۲۴ھ)، ۲: ۲۲۱۔
Abd al-Rahman bin Muhammad Awad al-Jaziri, Al Fiqh alalmazahib arba (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiya, 1424), 2: 221.

کوئی عوض نہ ہو۔ سود کہلاتا ہے“

یعنی اس کے عوض میں نہ اشیاء ہو اور نہ ہی قیمت ہو بلکہ ایک جانب سے اضافہ کا بدلہ ”خالی“ ہو۔ اور یہ ہم جنس اشیاء کے تبادلہ کے ساتھ خاص ہے۔ ”الهدایة فی شرح بدایة المبتدی“ میں ہے کہ:

"لان الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين في المعاوضة الخالی عن عوض شرط فيه"¹

”ربا اس زائد مال کو کہتے ہیں جو کسی فریق کو لین دین کرتے وقت بطور شرط بلا معاوضہ حاصل ہو“

یعنی کہ وہ اضافی مال جو بلا معاوضہ بطور شرط خرید و فروخت میں یا قرض وغیرہ کے معاملات میں حاصل ہو، اس پر ربا (سود) کا اطلاق ہوگا۔

بینکاری سود

ربا مصارف یا بینکوں کے فوائد و منافع بھی ربا النسبیہ کی قسم سے ہی ہیں، خواہ یہ (simple interest or compound) منافع مفرد ہو یا مرکب ہو۔ اس لئے کہ بینکوں کا اصل کام (lending and borrowing) قرض دینا اور قرض لینا ہے۔ اگرچہ بینک دیگر بہت سی سہولیات فراہم کرتا ہے لیکن قرض کے تناظر میں اصل یہ ہے کہ بینک جو قرض دیتا ہے اس پر سود لیتا ہے۔ یعنی جدید سودی بینک ایک طرح سود پر لوگوں سے امانتیں وصول کرتے ہیں اور حاجتمندوں اور تاجروں کو سود پر قرض دیتے ہیں۔ جدید سودی بینک کے لئے قرض دینا بینک کی آمدنی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اب چونکہ بینک کھاتہ داروں کو سود دیتا ہے لہذا جب بینک حاجت مندوں کو قرض دیتا ہے تو ان سے اصل کے عوض سود بھی وصول کرتا ہے اور قرض داروں سے جو سود لیا جاتا ہے اس کی شرح کھاتہ داروں کو جو سود دیا جاتا ہے اس کی شرح سے عموماً کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ بینک کاروباری قرضوں پر زیادہ شرح سود رکھتا ہے گو یا شرح سود کے نفع کا تناسب بھی ظلم پر مبنی ہوتا ہے۔ جس میں عوام کو نقصان ہی پہنچ رہا ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں بینک نفع مہیا کرتا ہے۔۔ چنانچہ ”امام وھبہ الزحیلی“ فرماتے ہیں:

" وإن مضار الربا في فوائد البنوك متحققة تماماً، وهي حرام حرام حرام كالربا وإثمها كإثمہ، لقوله تعالى: {وإن تبتُّم فلکم رؤوسُ أموالکم} [البقرة: 279/

¹ .. علي بن أبي بكر المرغيناني، الهداية في شرح بدایة المبتدی، (بيروت: دار احیاء التراث العربی، ص ۶۱، ۳)

2----- ويكون تحريم ربا المصارف بنص القرآن والسنة وإجماع الصحابة¹

"بينكوں کے منافع میں سود کے نقصانات مکمل طور پر ثابت ہیں اور یہ منافع حرام، حرام، حرام ہیں بالکل سود (ربا) کی مانند اور اس کا گناہ بھی ربا کے گناہ کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے تمہارے اموال کی اصل ہے۔۔۔ ربا المصارف کی حرمت قرآن، سنت، اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوتی ہے"

ربا مصارف یعنی بینکوں کے منافع سود کے متعلق فقہاء کرام کی رائے یہی ہے کہ اس پر ربا النسیئہ کا اطلاق ہی ہوگا۔ کیونکہ بینکوں میں رائج سودی طریقہ کار ہو جاہلیت کے دور کے ربا جاہلیہ اور ربا النسیئہ جیسا ہی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت سے بھی واضح ہے۔

"وقد نص القرآن الكريم على تحريم الربا تحريماً قطعياً أبدياً، سواء أكان ربا نسيئة ومنها ربا المصارف، أم ربا فضل، وسواء أكان الربا في البيع أم في القرض، وسواء أكان القرض استهلاكياً أم إنتاجياً. وذلك في قوله تعالى: {وأحل الله البيع وحرم الربا} [البقرة: ۲۷۵ / ۲] أي حرم جنس الربا بمختلف أنواعه، وأندرتعالى بمحقق فوائد الربا فقال: {يمحق الله الربا ويربي الصدقات} [البقرة: ۲۷۶ / ۲] وأوجب تعالى ترك كل آثار الربا وتصفيته ولو كانت الفائدة قليلة مثل ۱٪ بقوله: {يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله، وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين} [البقرة: ۲۷۸ / ۲] وأعلن الحق تبارك وتعالى الحرب والعداوة على أكلة الربا، فقال: {فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله، وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم، لا تظلمون ولا تظلمون} [البقرة: ۲۷۹ / ۲] وهذا أشد عقاب في الإسلام، وأدل على أن الربا أشد الأحكام حرمة وأفظعها وأشنعها جرماً عند الله تعالى، لاستحقاقه عداوة الله والرسول"²

"امام وھبہ الزھیلی فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی نص ربا کی حرمت قطعی وابدی پر دلالت کرتی

¹ - ومبة الزحيلي، الدكتور،، الفقه الاسلامي وادلته (بيروت: دار الفكر المعاصر، ۱۹۹۷ء)، ۵: ۳۷۴۷

Dr. Wahba, Al-Zahili, Fiqh al-Islami wa Adillat (Beirut: Dar al-Fikr al-Masir 1997). 5: 3747

² - ومبة الزحيلي، الفقه الاسلامي وادلته،، ۵: ۳۷۵۶

Dr. Wahba Al-Zahili,, Fiqh al-Islami wa Adillat, 5: 3756

ہے، خواہ وہ ربانسیدیہ ہو (اسی سے ربامصارف ہے) یا ربافضل ہو۔ خواہ یہ رباخرید و فروخت میں ہو یا قرض میں۔ قرض صرنی ہوں یا پیداواری ہو، اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ یعنی کہ ربا کی جنس کو اس کی مختلف انواع سمیت حرام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ربا کے منافع کو ختم کرنے کے ساتھ ڈرایا ہے ”اللہ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے“۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ساتھ ربا کے تمام آثار کو چھوڑ دینا واجب قرار دیا ہے اگرچہ منافع ایک فی صد ہی کیوں نہ ہو۔ ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو ربا باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو“۔ اور اسکے کھانے پر جنگ و عداوت کا اعلان کیا ہے کہ ”اگر تم باز نہ آئے تو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لیتے ہو تو تمہارے لئے مال کی اصل ہے۔ نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم ظلم کئے جاؤ گے“۔ یہ اسلام میں سخت ترین سزا ہے جو اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ کے نزدیک ربا انتہائی سخت فتنہ و شنیع جرم ہے اور اس کی حرمت شدید ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لینے کا مستحق بناتی ہے۔

سود و ربا کی حرمت نصوص قطعیه سے ثابت ہے اور متعدد قرآنی آیات و احادیث اس کی حرمت اور قباحت پر شاہد ہیں، اور اس کی حرمت پر تمام شرائع سابقہ کا بھی اجماع ہے اور علماء و فقہاء کا بھی اجماع ثابت ہے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"وهو محرّم بالکتاب والسنة والاجماع"¹

"سود کتاب و سنت اور اجماع امت کے دلائل سے حرام ہے۔"

"صالح بن فوزان" فرماتے ہیں کہ:

"هذا الموضوع من أخطر المواضيع، وهو موضوع الربا الذي أجمعت الشرائع

على تحريمه، وتوعد الله المتعامل به بأشد الوعيد"²

"ربا کا موضوع خطرناک موضوعات سے ہے کیونکہ اسکی تحریم پر شرائع کا اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ

¹ - عبد الله بن أحمد ابن قدامة المقدسي، المغني (القاهرة: مكتبة، ۱۳۸۸ھ)، ۴: ۳

Abdulah bin ahmad ibn e qudama, almugni, (alqahira: mktba, 1388), 4:3

² - صالح بن فوزان، الملخص الفقهي (الرياض: دار العاصمة، ۱۴۲۳ھ)، ۲: ۳۳

Saleh bin Fawzan, Almulakhisul fiqhe (Riyadh: Dar Al-Asima, 1423), 2:33

نے اس کے کرنے والے کو سخت وعید سے ڈرایا ہے“

گویا کہ سود کی حرمت پر اجماع ہے۔ اور یہ اجماع صرف اس وقت کے اکابرین و جماہیر کا نہیں ہے بلکہ شرائع بھی سود کی حرمت پر مجتمع تھیں، اسی اجماع کی بنا پر اس کو انتہائی خطرناک اور حساس موضوع قرار دیا ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اسلام جس نقشے پر انسان کی اخلاقی تربیت، تمدنی شیرازہ بندی اور معاشی تنظیم کرنا چاہتا ہے اس کے ہر جزء سے سود کلی منافات رکھتا ہے اور سودی کاروبار کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور بظاہر معصوم سے معصوم صورت بھی اس پورے نقشے کو خراب کر دیتی ہے جو شریعت اسلامیہ کی معاشی و مالیاتی نظام کی روح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس قدر سخت الفاظ کے ساتھ با (سود) کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

حاصل کلام:

مالیاتی نظام میں حرمت کا انحصار تین امور اصلیہ "ظلم، غرر اور ربا" پر ہے۔ جس بھی مالی معاملات میں ان میں سے کسی کی بھی آمیزش ہوگی وہ معاملہ حرام قرار پائے گا اور جس میں یہ امور نہیں ہونگے وہ جائز و حلال پائے گا۔ کیونکہ جب مالی معاملہ خرید و فروخت کرنے میں دھوکہ دہی اور حق تلفی سے پاک ہوگا تو وہ عین عدل پر مبنی ہوگا اور ایسی تجارت اور کاروبار میں عدل کے سبب برکت بھی ہوگی اور اگر مالی معاملات میں سود ہوگا تو وہ انتہائی ظلم پر مبنی صورت ہوگی جس کے مفسدات تمام مالیاتی نظام پر غالب رہیں گے۔ ظلم، ربا اور غرر کی حرمت کی وجہ وہ منفی اور تباہ کن نتائج ہیں جو اس فعل کے کرنے والے پر مرتب ہوتے ہیں یہ منفی نتائج اللہ تعالیٰ کے دیگر تمام قوانین کی طرح ابدی ہیں، یعنی زمان و مکان سے بے نیاز ہیں۔ بالفاظ دیگر روئے زمین پر دنیا کا کوئی بھی شخص کبھی بھی اور کہیں بھی ان تینوں میں سے کسی حرام معاملہ کو انجام دے گا تو اسے انہی منفی نتائج کا سامنا کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں کسی کو بھی استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام کا اقتصادی نظام گردش دولت کی حمایت کرتا ہے جبکہ یہ تینوں امور جن رذائل کا مجموعہ ہیں ان کا ہر جز اسلامی نظام معیشت کے اصول اور اعلیٰ اوصاف حمیدہ کی نفی کرتا ہے۔

نوٹ: مجھے اس آرٹیکل سے کوئی مفاد نہ ہے، اور نہ ہی میں نے اس کے علاوہ کہیں اور چھپوایا ہے۔ اس میں پیش کی گئی تحقیق میری ذاتی ہے، اور یہ آرٹیکل عام لوگوں کے مطالعہ اور فائدہ کے لیے لکھا گیا ہے۔